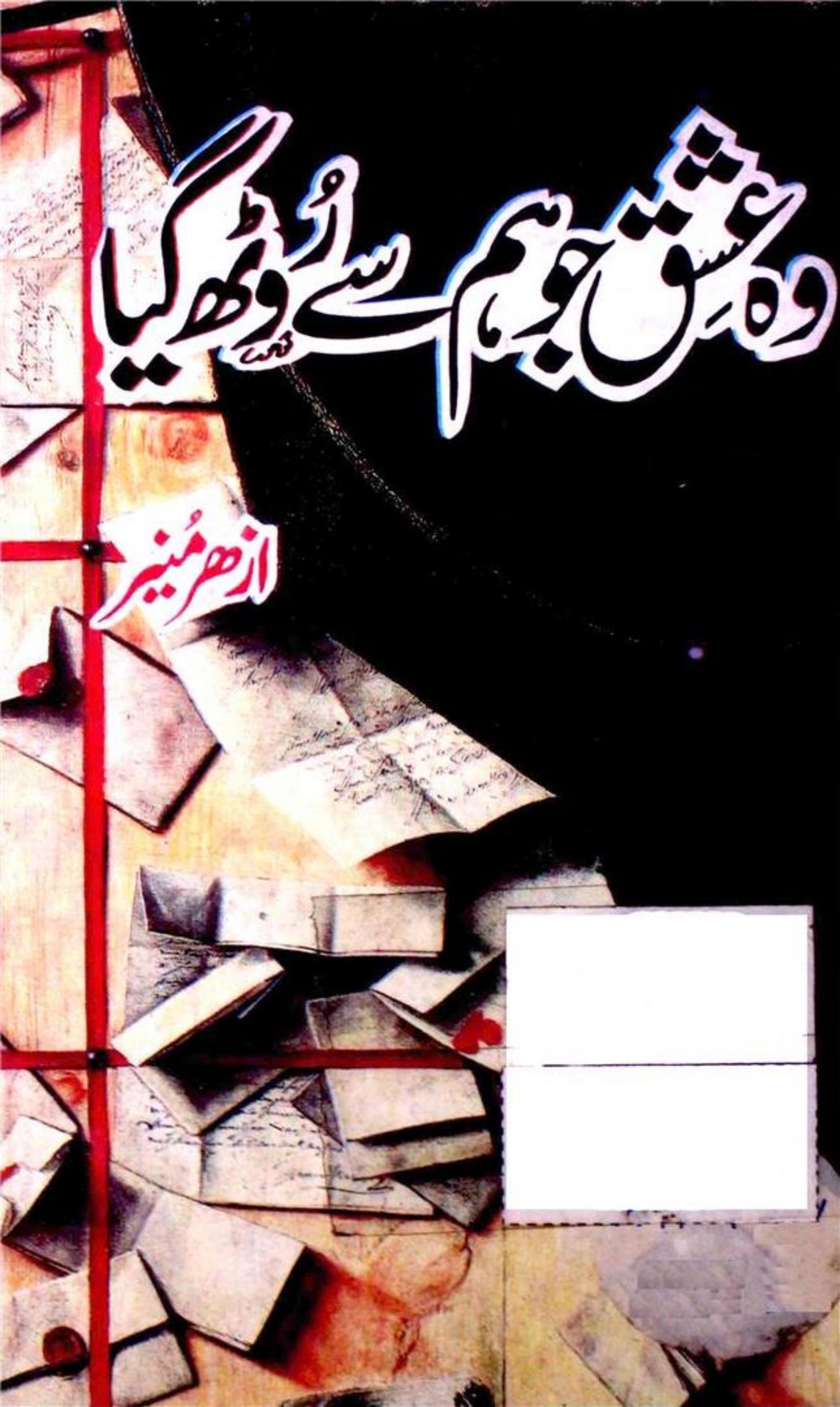


دوسرا فلم سے وحیا

از خضر مفہیم

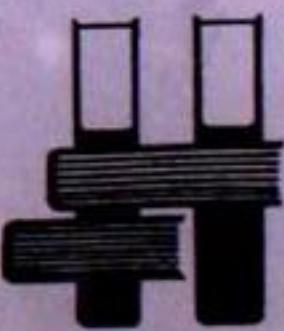


وہ شش تجھم سے وطن گیا

از ھر مُنیر

فکشن ھاؤس

۱۸۔ فرنگ روڈ، لاہور



جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

وہ عشق جو ہم سے روٹھ گیا	=	نام کتاب
فکشن ہاؤس 18 مزگ رود لاہور فون 237430	=	پبلیشور
	=	پرنٹر
ریاظ	=	سرورق
50 روپے	=	قیمت
، 1992ء	=	اشاعت اول

آنتاب

اُن دو شیز اؤں کے نام
جن کے محبوب
اُن کے دو لہانہ بن سکے؛

○○○

فہست



- ۸ خوش آمدید — از ھر نیر — عطا دا الحق قاسمی
 ۹ رنگ، خوشبو اور روشنی کا شاعر — اسلم کمال
 ۱۰ پسلشرز نوٹ
 ۱۱ حرف تشرک
 ۱۲ میں تقسیم بکھوں
 ۱۳ تدر
 ۱۴ ان دنوں کی یہ ساری باتیں یاد کرنا
 ۱۵ سارے کھونے ایک سے نہیں ہوتے
 ۱۶ دو قیدی
 ۱۷ محبت تمارے لئے ایک کھیل ہے
 ۱۸ ابھی سارے موسم تمہاری دستر س میں ہیں

سمجھاؤ فی

اور پھر تو مرے پاس یوں آگئی
اک ترے مل س نے کیا سے کیا کر دیا

میں نے معاف کیا

تم نے مومن دیکھی ہے ؟
ایک پرانا کھیل

تلاش

وہ ایک لمحہ

خواب ہی خواب ہیں بکھرے مری چاروں جانب
گر سب کچھ فرض ہی کرنا ہے

روشنیوں کے پہلے پھرے سے بھی پہلے

کہیں چھپو تم

تم مجھے زندگی بخش دو

محجوریاں

سب کچھ مُسکن ہے

میں، بھر کے کر بلا کارا ہی

واہمہ

مگر سُنو تو

میں کیسے بھول پاؤں گا ؟

لکن میرٹی

سنس سینے میں رُک ہو جیسے

۲۹

۳۰

۳۲

۳۳

۳۵

۳۶

۳۷

۳۸

۴۰

۴۲

۴۳

۴۶

۴۸

۴۹

۵۱

۵۲

۵۳.

۵۵

۵۷

۵۸

۶۰

بادش کی ایک نظم
لڑکے بہادر نہیں ہوتے

۶۱

۶۲

۶۳

۶۴

۶۵

۶۶

۶۷

۶۸

۶۹

۷۰

۷۱

۷۲

۷۳

۷۴

۷۵

۷۶

مُود
کوئی حُرم راز
دہ جورب غفور الرحمن ہے
میں ہجر کے سب عذاب لکھوں
یاد ہے
تمہاری سہاگ رات پہ ایک نظم
ہجر کے ابر جب چھٹیں جانماں

مگر تمہارا یہ ایک تحفہ
مُرخصتی
تم کیا کسوگی ؟
پکھ شاعر کے بارے میں

خوش آمدید ازھر منیر

ازھر منیر سے میرے تعارف کی مدت زیادہ نہیں۔ میں نے اس ہینڈ سم نوجوان کو ”فیملی میگزین“ میں اپنے کام میں منہمک پایا اور پھر کچھ عرصے بعد نوائے وقت میں بطور سب ایڈیٹر کام کرتے دیکھا۔ اس سے پہلے ازھر منیر کا نام گاہے گاہے میرے کانوں میں پڑتا رہا۔ اس ضمن میں میرے لئے خوشنگوار امریہ تھا کہ اس کا نام میں نے کبھی کسی منفی حوالے سے نہیں سن۔ جب کبھی کسی نوجوان لکھنے والے کے بارے میں لوگ بات کرتے ہیں تو عموماً وہ حوالہ اس نوعیت کا ہوتا ہے کہ اس نے ٹھیک ہاؤس میں یہ کھڑاک کیا اور حلقے میں اس طرح فلاں کی گردان دلوچی جبکہ ازھر منیر کے بارے میں میں نے اس کے ہم عصروں کو ادب سے اس کی وابستگی ہی کے حوالے سے گفتگو کرتے سن اور میرے لئے اس طرح کی خبر خوش خبری کے متراوف ہوتی ہے کہ اس چھیننا چھٹی کے دور میں کہ جب ادب میں مقام بھی چھیننا چھٹی کے ذریعے ہی حاصل کیا جاتا ہے کچھ ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو ایک کونے میں بیٹھے لکھنے پڑھنے کے کام میں مشغول ہیں ازھر منیر انہیں میں سے ایک شخص ہے۔ ہے بتائے دوام کے دربار میں اپنی نشست محفوظ کرانے کی کوئی جلدی نہیں کہ وہ جانتا ہے کہ کشت کاٹے بغیر جو کری حاصل کی جاتی ہے اس کری کے پائے نہیں ہوتے۔

میں منصور آفاق کا ممنون ہوں کہ اس کی معرفت جہاں مجھے بہت سے تخلیقی نوجوانوں سے ذاتی طور پر متعارف ہونے کا موقع ملا۔ وہاں ازھر منیر سے ذاتی تعارف بھی کسی حد تک اسی کی معرفت ہوا اور ازھر منیر سے چند ملاقاتوں کے بعد ہی میں نے محسوس کیا کہ وہ ایک بے حد مضطرب نوجوان ہے۔ اور پر جوش بھی۔ ایک تخلیقی لاوا ہے جو اسے مسلسل بے قرار رکھتا ہے اور وہ اپنی شدید صحافتی مصروفیات کے باوجودو اس کا اظہار مختلف صورتوں میں کرنے میں مشغول ہے۔ اس اظہار کی ایک حل نعم ہے تو ایک نثر بھی ہے اور نثر میں بھی وہ اکر تخلیقی موڑ میں ہو تو تکلفتے مفاسد میں لکھنے بیٹھ جاتا ہے یا افسانہ درنہ انشائیہ تو کہیں نہیں گیا ہوا! مجھے بہت کم عرصے میں جو چیز ازھر منیر کے قریب لے جانے کا باعث ہی وہ اس کی سائنسی سوچ ہے۔ ہمارے

معاشرے کے پڑھے لکھے لوگوں کے سر بھی بننے بنائے نظروں کے شکنջوں میں بہت
 بری طرح کے ہوئے ہیں جس کے نتیجے میں وہ دو لے شاہ کے چوہے بن کر رہ گئے ہیں
 جب کہ ازھر منیر نے اپنے مطالعے، ذہانت اور غور و فکر کی عادت کے طفیل ان
 خیالات و افکار کو بھی از سر نو پر کھنے کی کوشش کی ہے۔ جنہیں "مغرو و صد خر" اپنی
 محدود سوچ کے نتیجے میں "مسلمہ" قرار دے کر مزید غور و فکر سے ہمیں باز رہنے کی
 تلقین کرتے رہتے ہیں ازھر منیر اپنے معاشرے میں ایک نئی سوچ پیدا کرنا چاہتا ہے۔
 وہ سوچ جس نے انتہائی پس ماندہ اقوام کو آج دنیا کی امامت کا کام سونپ دیا ہے اور
 ہم جیسی قومیں جن کی سوچ جوہڑ کے پانچوں کی طرح ایک جگہ رک گئی ہے۔ ان کے
 حاشیہ بردوار بن کر رہ گئے ہیں تاہم ازھر منیر نے یہ کام زیادہ تر نشر کی صورت میں کیا
 ہے جبکہ لعلم میں اس کا عمومی رنگ بالکل مختلف ہے خصوصاً زیر نظر مجموعہ اس
 جذبے کی مربوط داستان ہے جو ازھر منیر کی عمر کے نوجوانوں میں آنے والے دور کے
 لئے متقی یا مشتبہ رویے متعین کرتا ہے یہ جذبہ محبت کا جذبہ ہے جو ہجریا وصال
 دونوں صورتوں میں آئندہ زندگی کے ماتھے پر گھری لکیر چھوڑ جاتا ہے میں نے ازھر منیر
 کی بہت سی نظمیں پڑھی ہیں جو اس تجربے سے ہٹ کر ہیں اور ان نظموں میں اس
 ازھر منیر کی جھلک بت نمایاں ہے جو اپنے فکری مفہماں میں پوری آب و تاب سے
 جلوہ گر ہوتا ہے تاہم ازھر منیر کا زیر نظر مجموعہ میرے لئے ایک خونگوار حریت کا باعث
 بنا کر اس میں شامل بھی نظمیں محبت کی نظمیں ہیں۔ ہمارے پیشتر نقاد محبت کی
 شاعری کو "دو نمبر مال" سمجھتے ہیں جس کے نتیجے میں احمد فراز ایسا غزل کا انتہائی
 خوبصورت شاعر کپلیکس میں جلتا ہو کر اپنی درجہ اول کی غزل پر اپنی درجہ دوم کی
 "انقلابی شاعری" کو ترجیح دینے لگتا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ازھر منیر کو اس طرح کا کوئی
 کپلیکس نہیں۔ وہ محبت کے جس تجربے سے گذر اس نے اسے ترتیب دار نظموں
 کی صورت میں ایک مربوط داستان کی ٹھکل دے دی ہے اور یوں یہ نظمیں اپنی جگہ
 مکمل ہونے کے باوجود ایک "منکوم رومانی داستان" کی ٹھکل بھی اختیار کر گئی ہیں جسے
 پڑھتے ہوئے کئی لوگوں کے لئے اپنے سکنے بھجو بیشیں گے۔

ازھر منیر ایک حقیقت پسند نوجوان ہے اور اس کی یہ حقیقت پسندی اس کی رومانی نظموں میں بھی در آئی ہے مجھے خدا شہ ہے کہ آپ رومانیت اور حقیقت پسندی کو یک جا دیکھ کر زیرِ لب مسکرائے ہوں گے کہ یہ شیر اور بکری ایک گھاث پر پانی نہیں پی سکتے میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ محبت کی یہ نظمیں جذبے سے باللب بھری ہونے کے باوجود "تجزیدی محبت" کی نظمیں نہیں ہیں بلکہ ان میں جسمانی تجربہ موجود ہے جسے ادب پڑھنے والوں کا ایک مخصوص طبقہ "غیر رومانی" فعل سمجھتا ہے چنانچہ اس طرح کی کوئی لظم پڑھ کر ان کے روئے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ ہیں! شاعر حضرات بھی یہ کام کرتے ہیں حالانکہ انہی میرے اجائے میں چونکے والے تو جناب شیخ بھی نہیں ہیں۔ ازھر منیر منافت سے کام لینے کی بجائے ٹھوس جسمانی حقیقوں کا بیان بھی کرتا ہے بس اتنا ہی ہے کہ اسے خوبصورت شاعری کا پتسر رہتا ہے چنانچہ ازھر منیر کی کئی نظمیں ایسی ہیں جن میں جسمانی تجربہ ایک رومانی واروات بن کر سامنے آتا ہے اور یہ مجرمہ صرف وہ شخص دکھا سکتا ہے جو شعر کرتے ہوئے مگرے تخلیقی کرب سے گزرنا جانتا ہو مجھے ازھر منیر کی یہ نظمیں وصال کے نیلے پانیوں اور بھر کے اتحاد سمندوں کی سیر کراتی ہیں مجھے ان نظموں میں پر مرت لمحوں اور دکھ بھری ساعتوں کی چاپ سنائی دیتی ہے اور یوں ان نظموں کی معرفت میری ملاقات اس ازھر منیر سے ہوتی ہے۔ جو اس سے قبل اپنی تمام تخلیقی رعنائیوں کے باوجود مجھے ادھورا لگتا تھا مگر اب ایک پورے آدمی کے طور پر میرے سامنے آیا ہے۔ ہمارے شعری ادب میں پورے آدمی بہت کم ہیں۔ میں اس خلا کو پر کرنے والے ازھر منیر کا استقبال کھلے بازوؤں سے کرتا ہوں۔

عطاء الحق قاسمی

۱۹۹۲ء

رنگ، خوشبو اور روشنی کا شاعر

بھیگی بھیگی مسلکی خواب آور اور خوابناک لفظیات سے عبارت ازہر منیر کی شاعری تخلی میں پڑھنے کی چیز ہے۔ فرقت کے لمحات میں جس کا جادو سرچڑھ کر بوتا ہے۔ اور قاری اپنے دل کی دھڑکن کو بھی کسی کی آواز پا سمجھ کر اس کو اپنے پلو میں جگہ دیتے ہوئے کرتا ہے۔

روح کی ساری ماہیاں ، گفتگیں
ساری ہاکامیاں ، حرمتیں ، کاہشیں
اک ترے لمس کے ساتھ ہی بہہ گئیں

ازہر منیر دھیسے لجھے میں مسلل مکرانے والا پر جوش انسان ہے جس کا چہرہ اس کے جذبہ و احساس کی تازگی سے تروتازہ اور ٹکر و خیال کی روشنی سے ہمہ وقت روشن روشن رہتا ہے۔ وہ اتنے لطیف احساس کا مالک ہے کہ دست محبوب سے لوح رومال پر کاڑھے ہوئے نیل بوٹوں کی پتیوں اور ٹنکرڈیوں سے رنگ رس اور خوشبو کشید کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اس کی شاعری میں بھی جذبہ و خیال کی روانی مسلل لیکن آہٹ مدھم مدھم ہے۔ جو لفظ لفظاً شعر خوابوں کے دروازے دبے پاؤں کھولتی یادوں کے پردے ہو لے سرکاتی چڑھا محبوب کو بے نقاب کرتی ہے۔ ازہر منیر کی نظموں میں اس کا قلبی منظر جا بجا عمد ماضی میں کھلتا ہے۔ شاید اس کا گزرا ہوا کل اس کی اب تک کی زندگی کا سب سے انمول دن ہے اس کی محبت کی فتح کا دن ہے۔

سنو کہ تم نے جو نفرتوں کی فیصل کھینچی تھی

اس میں میری محبوتوں نے

بہت سے روزن بنائے ہیں

اس مجموعے میں ازہر منیر کی نظمیں دراصل نفرت کی اوپنجی اور لمبی دیواریں بوئے وفا کی آمد و رفت کے لئے دروازے بناتے چلے جانے کے پیغم عمل کی وہ نوبہ نو تصویریں ہیں جو اس کے اپنے اندر آگئے اور مشک مچانے والی شعری ہنرمندی کا کرشمہ ہیں میں

اس کے شعری مستقبل کے بارے میں نہایت پر امید ہوں، اس کے تخلیقی وجود میں ساری ہی خوبیاں اور تمام جو ہر موجود ہیں۔ یقیناً ”کوئی بڑی معنویت از ہر منیر کی مختصر ہے اور یہ اس کی تلاش میں ہے۔

اسلم کمال

۲۰ جون ۱۹۹۲ء

تمہاری نظمیں——

لیکن ٹھہرو! میں ایک بار پھر پڑھ لوں۔

ہاں تمہاری نظمیں اچھی ہیں۔ جسم کی پکار اور اس پر کہی جانے والی لبیک کے حوالے سے۔ وصال کی لذتوں کے بعد جب بدن ٹوٹنے لگتا ہے تو اس میں بھی ایک عجیب لطف ہوتا ہے۔ تمہاری شاعری میں بھی ایسا ہی لطف محسوس ہوتا ہے۔ محبت جسم نہیں ہے لیکن یہ جسم سے الگ کوئی شے بھی نہیں ہے۔ یہ بات تم نے خوب پہچانی ہے۔

کشور ناہید، فہیدہ ریاض اور پروین شاکر جو اردو ادب کے تین ”مرد“ شاعر ہیں یہ تینوں تم میں طول کر گئے ہیں لیکن میں اسے تمہاری کسی قسم کی خامی یا نقالی نہیں کہہ رہا۔ محبت اور جسم کے حوالے سے تمہارے اپنے تجربات ہیں اور ان تینوں سے مشابہت محفوظ جرات مندی اور جذبوں کے سچے اظہار کے حوالے سے ہے۔

شفیع ضامن

۸ مارچ ۱۹۸۲ء

(خط سے اقتباس)

پبلشرز نوٹ

ازھر نیر دوسرے لوگوں کے لئے صحافی، ادیب اور شاعر ہے مگر ہمارے لئے اس کا بس ایک ہی تعارف ہے۔ یہ کہ وہ ہمارا دوست ہے۔ ایسا دوست جو ہنس کھے بھی ہے، بے تکلف بھی اور دوسروں کے دکھوں اور پریشانیوں میں شریک ہونے والا بھی۔ چنانچہ ہم اور وہ اپنی پیشتر پریشانیوں اور دکھوں کو آپس میں شیر کرتے رہتے ہیں۔ تاہم اس سے اس قدر دستی اور قریبی تعلقات کے باوجود اس کی زندگی کا ایک گوشہ ایسا ہے جو اب تک ہماری نظریوں سے او جھل ہے۔ یہ اس کی بھرپور محبت کی داستان ہے جس سے ہم نادا قف ہیں۔ ہمیں اس بات کا علم تو ہے کہ اس نے زندگی میں ایک بھرپور عشق کیا ہے جس میں اس نے ”کچھ کھویا ہے کچھ پایا ہے“ اور یہ محبت اس کی زندگی کے کئی قسمیتی برسوں کو گھن کی طرح چاٹ گئی۔ اور ایک بار تباہ ہونے کے بعد اس نے خود کو اس کی خاکستر سے دوبارہ بنایا۔ یہ سب باشیں وہ تسلیم کرتا ہے تاہم وہ اس موٹھ اس کیمیں بدن کے بارے میں کبھی کچھ نہیں بتاتا جو اس سب کا سبب ہے۔

وہ جب موڑ میں ہو تو کبھی کبھی اس حوالے سے کوئی ایسا واقعہ نارتا ہے جس سے اس کی چاہت کی شدت کا پتہ چلتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس بات کا اندازہ بھی ہوتا ہے کہ اتنے برس گذر جانے کے باوجود محبت کی یہ اگل ابھی پوری طرح بیکھری نہیں اور کوشش کے باوجود راکھ تلے کوئی نہ کوئی ایسی چنگاری رہ گئی نہ ہے جو ذرا سی ہوا لگنے پر بھڑک اٹھتی ہے۔ اور ہمیں یقین ہے کہ اگر کبھی وہ اپنے عشق کی داستان کو رقم کرے تو یہ محبت کے فرضی قصوں سے کمیں زیادہ مقبول ہو اور ان سے زیادہ دل چکی سے پڑھی جائے اور یہ بات ثابت ہو جائے کہ حقیقت فانے سے کمیں زیادہ دلکش ہوتی ہے۔ تاہم وہ اس داستان کو رقم کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا کہ اس کے نتیجے میں اس زہرہ جیں کے چرے پر بدنای کی دھول پڑنے اور اس کی زندگی تباہ ہونے کا خدشہ ہے اور بقول اس کے وہ جس نے اسے محبتیوں سے نوازا اور راحتیوں کے خزانے عطا کئے اس کے ان احسانوں کے بدے میں اس کے لئے اگر کوئی

اچھائی نہیں کی جا سکتی تو نہ سی گمراں کے لئے یوں پریشانی پیدا کرنا تو کسی طور بھی جائز اور درست نہیں۔

اس کے اس عشق کی یاد گار بہت سی نظمیں ہیں۔ ہمارا اصرار تھا کہ اگر وہ اپنی داستان محبت بیان نہیں کرتا تو کم از کم یہ نظمیں اشاعت کے لئے دے دے۔ اس لئے کہ اول تو ان پر اس کے اور اس کی محبت کے علاوہ بھی بہت سے لوگوں کا حق ہے اور دوسرے ان کی اشاعت کے نتیجے میں کسی کی رسائی کا کچھ خدشہ نہیں ہمارا یہ اصرار ایک عرصے سے جاری تھا جس میں بالآخر ہماری جیت ہوئی اور اب یہ نظمیں مجموعے کی صورت میں شائع کی جا رہی ہیں۔

یہ نظمیں ہمارے ہاں کی جانے والی عامر شاعری سے ہٹ کر اور اس سے بہت مختلف نظر آتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کسی فرضی اور تخيّلاتی عشق کا قصہ نہیں بلکہ ذاتی تجربے کے حوالے سے کی گئی شاعری ہے ہر لظم کا ایک پس منظر ہے اور یہ کسی واقعے کے رد عمل میں کہی گئی۔ محبت کے اس عمل کے دوران ایک دور وہ بھی تھا جب چاہت یک طرفہ تھی۔ پھر صرف چاہتے رہنے کے عمل سے اکتا ہٹ ہونے لگی اور محبت کا جواب محبت میں حاصل کرنے کی خواہش ہوئی اناپندی کا مظاہرہ ہوا جس کے بعد دوسری طرف بھی محبت کی آگ روشن ہوئی یا شائد پہلے سے روشن تھی مگر اب ظاہر ہوئی۔ پھر ملأپ کے کچھ روشن دن جن کے دوران ”روٹھنے اور من جانے کا کھیل“ جاری رہا اور آخر پر جدائی کی طویل یہ رات۔ جس میں کبھی کبھی وصل کا کوئی لمحہ روشن ہو کر یا یادوں کے چراغ جل کر اس اندھیرے کو دور کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ تاہم اس داستان کا وہی انجام ہوا جو ہمارے یہاں ننانوے فی صد محبتوں کا ہوتا ہے۔ میں، سماج اور دولت جیت گئی اور محبت ہار گئی۔ یہ ہے اس مختصر مگر شاعر کی باقی ماندہ پوری زندگی پر محیط اس چاہت کی داستان۔

یہ نظمیں جس ترتیب سے کہی گئی تھیں اسی ترتیب سے اس کتاب میں شامل کی گئی ہیں۔ یہ نظمیں جو دو دھڑکتے دلوں اور سلکتے جذبوں کی عکاس ہیں یہ سب مل کر ازھر منیر کے عشق کی کہانی بیان کرتی ہیں۔

حرف تشكیر

جو از جعفری، اختر شمار، اطہر ناک، احمد لطیف، منصور آفاق، زاحدہ، بایر شاہین، طارق مغل، ایوب ندیم، ساجد قریشی، عمران حیدر، وارث رضا، منظور کاسف، غلام حیدر علی، سجاد مهدی، مجاہد ملک، مشتاق احمد، ڈاکٹر ذوق الرحمن، ارشد مرزا، خالد نجیب، عمران نقوی، اشرف سلیم، آفتاب حسین، قائم نقوی، علاء الدین، الماس جوندہ، عبدالستار خلیجی، صدر اعوان ریاظ، ظہور احمد خاں، رانا عبدالرحمن

شاہد نذیر، نجمت خورشید، باقی احمد پوری اور ہارون عدیم میرے وہ دوست ہیں جنکی ترغیب بلکہ بار بار اصرار کے نتیجے میں یہ کتاب اشاعت پذیر ہونا ممکن ہو سکی — سو ان تمام دوستوں کا شکریہ ادا کرنا مجھ پر واجب ہے۔ ان کے ساتھ ساتھ عطاۓ الحق قاسی اور اسلم کمال کا بھی جنہوں نے ان نظموں کے بارے میں اپنی رائے سے نوازا اور اپنے دوست پروفیسر شفیع ضامن کا بھی جنس نے ائکے بارے میں اس وقت رائے دی جب اس کتاب کے چھپنے کا کوئی پروگرام نہیں بنا تھا۔

از ہر منیر

کم جولائی ۱۹۹۲ء

نا صحیح گفت بخیز غم چہ سُنْهَر دارد عشق
 بروای خواجہ عقیل سُنْهَر بہتر از میں

(حافظ)

۱۹۶۸ء تا ۱۹۸۰ء

میں نظم لکھوں

تمارے خال و خطوط کی اس مناسبت پر
 تمارے سونا بدن کے اک ایک زادیے پر
 تماری آنکھوں، تمارے ہوتھوں
 تمارے عارض پہ بنتے مٹتے سے دارڈوں پر
 تمارے رشیم بدن کی ساری گدّا زیوں پر
 تماری سانسوں کی خوشبوؤں پر
 تماری ٹربت کی راحتوں پر
 تماری ڈلفوں پہ خوبصورت سیاہ بالوں کی
 ناگنوں پر

تمارے چن گراں بہا کو
 خراج تحسین پیش کرنے کو نظم لکھوں
 میں سوچتا ہوں میں نظم لکھوں



پ سوچتا ہوں کہ میں لکھوں بھی تو کیا لکھوں گا
 کہ لفظ سارے حیر ٹھہرے
 کہ حرف سارے فنا اثر ہیں
 سو میں تمارے حیں سرپے پہ
 کچھ لکھوں بھی تو کیا لکھوں گا ؟
 میں کیا لکھوں گا ؟

نذر

اوہ بے لئی
 تے اوہ بے شر دے ساریاں مُندیاں
 کن دنہاے، ہتھاں دے وچ کنگن پائے
 اوہ بی خاطر جو گی بُناں
 تھل دی تپدی ریت شح سڑناں
 بُجھوی اوکھا لگدا ناہیں
 اوہ آکھے

تے بھے جان تلی تے رکھ کے آجادوں
 تے اوہ دیکھے

تے بھے اوہ بیاں دتیاں ہوئیاں تھکریاں دی
 ہس کے اپنے تھیں پاؤں
 اوہ کے دی نذر قبول کرتے ہی
 اوہ کے دے عشق دا کارہ
 اپنے ٹن دی خیر دے نال بھرتے ہی



اُن دنوں کی یہ ساری باتیں یاد کرنا

جب تم مجھکے ہوئے شانوں، سفید بالوں
 اور تھکلی ہونی بوجمل آنکھوں کے ساتھ
 زستاں کی کسی شام
 آتش داں کے قریب بیٹھو
 اور تمہاری سوچیں
 تمہیں ماضی کے خواب زاروں میں لے جائیں
 تو ان دنوں کو یاد کرنا
 جب تمہارے ہونٹوں کی آگ ابھی سرد نہیں ہوتی تھی
 اور تمہارے خدوخال
 تمہارے بدن کے پکارتے ہوئے خطوط کا سحر
 ابھی باقی تھا



ان دنوں کو
 جب کلتے ہی تمہارے بدن کے دلکش خطوط
 اور تمہارے خدوخال کے اسیر تھے
 کلتے ہی لوگ تھے جو تمہیں چاہئے تھے
 سچے اور جھوٹے
 تمہارے چاہئے ولے

اور ان میں ایک ایسا بھی تھا
 جو تمہیں روح کی گمراہیوں سے چاہتا رہا
 مگر اس کے ہونٹوں پہ انہمار کا کوئی پھول نہ کھلا
 کہ تمہارے اور اس کے درمیان
 چاندی کی ایک بلند دیوار تھی
 جس میں وہ ساری عمر بھی روزن بنانے میں معروف رہتا
 تو بھی تمہارے عارِض سے پھوٹنے والی روشنی کی کوئی کرن
 اس تک نہ پہنچ پاتی
 سواس کے ہونٹوں پہ
 انہمار کا کوئی پھول کھلنے سے پہلے
 خون کی بوندیں اُتر آئی تھیں



ان دنوں کی یہ ساری باتیں یاد کرنا
 اور یہ بھی

کہ وہ ان میں سے ایک تھا
 جو محبت میں بھی انا کے قائل ہیں
 اور جسے تمہارے انکار کی صورت میں
 محبت کی محرومی سے کہیں زیادہ
 انا کی شکنگی کا دکھ ہوتا



جب تم مجھے ہوئے شانوں، سفید بالوں

اور تھکی ہوئی بوجھل آنھوں کے ساتھ
 زستاں کی کسی شم
 آتش دار کے تریں بیٹھو
 تو ان دونوں کی یہ ساری باتیں یاد کرنا

(یسُس سے ماخوذ)



سارے کھلونے ایک سے نہیں ہوتے

ڈھیر سارے کھلونوں میں سے
کوئی ایک کھلونا ایسا بھی ہوتا ہے
جس کے ساتھ کھینا سب سے اچھا لگتا ہے
جو سپنوں کی دادی کی سمت جاتے ہونے بھی
ساتھ رہتا ہے

اور جب یہ کھلونا ٹوٹ یا کھو جائے
تو اس کے ٹوٹنے یا کھو جانے کا دکھ
بُجلائے نہیں بھولتا



میں بھی تمہارے ڈھیر سارے کھلونوں میں سے
ایک کھلونا ہوں
جس کے ساتھ تم کھیلتی ہو
لیکن میں کبھی بھی تمہارا دکھ کھلوناڑ بن سکا
جس کا خیال سپنوں کی دادی کی سمت جاتے ہرئے بھی
تمہارے ساتھ رہتا
اور جس کے ٹوٹنے یا کھو جانے پہ
تمہیں کوئی دکھ بھی ہوتا

دو قیدی

(زخم حم)

ہم اپنے اپنے حالات کے زندگی میں گھرے
 اپنی اپنی مجبوریوں کے قیدی ہیں
 میں تمہاری بے پرواں اور کھڑوپن کو دیکھ کر بھی
 تم سے نفرت نہیں کر سکتا
 یہ میری مجبوری ہے
 اور میرے سارے بندے اور ان کی شدت دیکھ کر بھی
 تمہارے دل میں میرے لئے
 محبت کی کوئی کرن نہیں بچوت سکتی
 یہ تمہاری مجبوری ہے



جان!

کیا دری عمر
 ہم اپنی انہیں مجبوریوں کے قیدی بنے رہیں گے؟



محبت تمہارے لئے کھیل ہے

محبت تمہارے لئے بھی ایک کھیل ہے
 اور میرے لئے بھی
 فرق صرف آنا ہے
 کہ میں اس کھیل میں
 سنجیدہ ہو جاتا ہوں
 مگر تم اس کی روح کو
 مجرد ح نہیں ہونے دیں
 سو تمہارے لئے یہ کھیل
 کھیل ہی رہتا ہے



ابھی سارے موسم تھاری دسترس میں ہیں

زمستان، بسار اور برسات کا موسم
ابھی تمہیں اختیار ہے
کہ تم ہے جس موسم سے نوازنا چاہو نواز دو
کسی کو قریب کا موسم
کسی کو جدا تی کی رُت
اور کسی کو تنہائی کا سے بخش دو
اور وہ تمہارے دیے ہر سخن کو
تمہاری رضا سمجھ کر
خوشی سے قبول کر لے



ابھی سارے موسم تمہاری دسترس میں ہیں
لیکن وہ وقت بھی تو آنے والا ہے
جب تمہارے پاس فقط ایک ہی موسم رہ جائے گا
خزان کا موسم
تب کسی کو تمہارے دصل کی رُت پا کر
کوئی خوشی ہو گی
ذ تمہاری جدا تی کے موسم کا
کسی کو دکھ ہو گا

کافر

تو
 جو خدا خال کی نزاکت
 اور اعضا کی مناسبت پر
 خدا بن بیٹھی ہے
 مجھے تیری عبادت سے
 انکار ہے



سمجھاؤنی

سنو کہ تم نے جو نفرتوں کی فصیل کھینچی تھی
 اس میں میری محبتوں نے
 بہت سے روزن بنالیئے ہیں
 سنو تمہارے وہ شخصیت کے چھار سارے
 یوں ٹوٹ کر اب بکھر رہے ہیں
 کہ جیسے کا ذب روایتوں کے شہاب ٹوٹیں
 مگر تمہاری آناکا زندگانی
 جہاں تمہارے بدن کا سونا
 کسی بدن کی حرارتوں کی بجائے
 نفرت کی مدت توں سے پکھل رہا ہے
 اسے تمہاری فقط محبت کی کوئی خواہش ہی
 توڑ سکتی ہے



اور مچھر تو مرے پاس یوں آگئی

بیسے پیڑوں کی سوکھی ہوئی ٹینیوں پہ
 بھاروں کی دلمن نے پاؤں درجے
 میرے پبلو میں تیرا دہ ریشم بدن
 خود پُردی کے عالم میں بھرا ہوا
 رُخ کہ رنگوں کی بارش میں بھیگا ہوا
 جسم مہکار میں اپنی ڈوبا ہوا
 اور تیری دہی بھکھلاتی ہنسی
 بیسے بھرنوں کے گرنے کی آداز ہو
 بیسے نفع شناٹا کوئی ساز ہو
 اور دل کے بہاں خانے سارے مرئے
 روشنی کی روادوں میں لپٹے ہونے
 روح کی ساری مایوسیاں کلفتیں
 ساری ناکامیاں، حسرتیں، کاہشیں
 اک ترے مس کے ساتھ، ہی بسہ گئیں
 جان جان!

تو کہ میرے لئے راحتوں کی پیغمبر بنی
 تو سلامت رہے

غ

تیرے لب تیرے عارض سلامت رہیں
 تیرے ریشم بدن میں پھٹے
 راحتوں کے یہ سارے خزانے سلامت رہیں۔



اک ترے مس نے کیا سے کیا کر دیا

تیرہ ٹھوں سے یہ روشنی کا سفر
 ایک پل کی مسافت میں بس طے ہوا
 رنگ، خوشبو، مرتضیٰ، ہنسی، روشنی
 جن کے مفہوم مجھ پر کبھی نہ کھلے
 آج سب پوری تغیرت کے ساتھ یوں
 دشکیں ذہن کے درپہ دینے لگے
 جاں میں یوں اک دریچہ، خوشبو کھلا
 روح میں بے کراں مستیاں بھر گئیں

اک ترے مس نے کیا سے کیا کر دیا!
 اک ترے مس نے کیا سے کیا کر دیا!

○ ○ ○

میں نے معاف کیا

ساری دنیا کو
 اور اس میں بینے والے
 سارے انسانوں کو
 ان سب کو جواب تک بھجے ناپند رہے
 ان سب کو جنوں نے میرے حق پھینے
 اور میرے ساتھ زیادتیاں روار کھیں
 ان سب کو جن سے بھجے نفرت رہی
 تمہاری ایک مسکراہٹ کے مدد قے
 وہ ایک مسکراہٹ
 جو میرے لئے فقط میرے لئے
 تمہارے لبیوں پر ٹلوع ہوئی
 اس ایک مسکراہٹ کے مدد قے
 میں نے انہیں معاف کیا
 آج بھج سا شرودت مند کون ہو گا
 کہ میرے ہونٹوں پہ تمہارا مس میکتا ہے
 کون مجھ سا دلت مند ہو گا
 کہ میری سانسیوں میں

تماری خوشبو رچی بے
 مجھ سا خوش بخت کون ہو گا
 کر میرے پسلو میں
 تمہارے بدن کے پھول کھل اٹھے ہیں



تم نے موم دیکھی ہے؟

تم نے کبھی آگ کے پاس رکھی موم دیکھی ہے؛
 بالکل قریب نہیں اک ذرا فاصلے پر
 موم جو ٹھوس اور مائع کی درمیانی حالت میں ہوتی ہے
 اور جس کے پچھلنے اور معدوم ہونے کے لئے
 اک ذرا سی سیزئن کی ضرورت ہوتی ہے
 اور کبھی کبھی تو اس سیزئن کی ضرورت بھی
 باقی نہیں رہ جاتی



مرست کے لئے بھی
 آگ کے پاس رکھی موم کی مانند ہوتے ہیں
 بالکل قریب نہیں
 اک ذرا فاصلے پر



ایک پُرانا کھیل

وہ روشن آنکھوں
 اور نازک لب دُخار کی مالک ایک لڑکی ہے
 جس سے میں محبت کرتا ہوں
 اور اس کا دعویٰ بھی یہی سے
 محبت میں روٹھنے اور من جانے کا کھیل
 جاری رہتا ہے
 وہ روٹھتی ہے
 تو میں ساری ترکیبیں آزمائکر
 بے صد اصرار اسے منا لیتا ہوں
 اور جب کبھی میں روٹھتا ہوں
 تو اس کے جواب میں
 وہ بچپن روٹھ جاتی ہے
 اور میں ایک بد بچپن
 اسے منانے کے لئے
 ساری ترکیبیں آزمانے لگتا ہوں



تلاش

زمیت اک کسی سرد، تنہاشام
 جب گزرے دنوں کی یادیں
 تھیں یوں اپنے حصار میں لے لیں
 کر بے اختیار ہو کر تم مجھے تلاش نہ کلو^{نکلو}
 تو یے میں
 بس اپنی جانب دیکھنا
 اپنی آنکھوں میں
 کہ ان آئینوں میں تھیں میرا عکس ملے گا
 اپنی سانسوں میں
 جہاں طلب پرست کی یادوں کے گلاب ممکنہ ہیں
 اپنے ہونٹوں پہ، اپنے عارض پہ
 جہاں دو سلگتے ہوئے ہونٹوں کے نقش ثبت ہیں
 محبت بھرے ہاتھوں کے لمس میں
 جو ایسی تاریک راتوں میں فروزان ہو لٹختے ہیں



زمیت اک کسی سرد، تنہاشام
 جب تم میری کھوج میں نہ کلو
 تو مجھے اپنے بدن کی ایک اک پور میں تلاش کنا

وہ ایک لمبھے

جو دصل ساعت میں ہم پہ گز را
 وہ ایک لمبھے
 وہ اک بظاہر حیر لمبھے
 کہ جب تمہارے سیاہ گیسو
 میرے شانوں پہ پھر بھرتے پلے گئے تھے
 تمہاری آنکھوں میں میری خاطر
 محبتوں کے چراغ پھر جگگا اٹھے تھے
 تمہاری سانسیں
 تمہاری ساری بھرتی سانسیں
 بھی میری خاطر، سی خوشبو یؤں سبُ لڑھی تھیں
 وہ ایک لمبھے
 کہ جب تمہارے بدن کا سونا
 میری رفاقت کی حدتوں سے پچھل رہا تھا



وہ ایک لمبھے گزر گیا تھا
 وہ ایک لمبھے گزر گیا ہے
 مگر وہ میری خیال دنیا میں اب بھی جاناں

مُسْرِتُوں کا نشان بن کر دمک رہا ہے
 وہ بھر موسیم کی ساری گھڑیاں
 دِ صالُوت میں بدل رہا ہے
 وہ ایک لمحہ
 وہ اک بظاہر حیر لمحہ



خواب ہی خواب ہیں بکھرے مری چاروں جانب

خواب ہی خواب ہیں بکھرے مری چاروں جانب
 خواب زلفوں کے، لب و چشم کے رُخار کے خواب
 آرزوؤں کے، تناول کے حکے ہوئے پھول
 خواہش، امید کے، آشاؤں کے صدر نگ لگاب



خواب آنکھوں سے چھلکتی ہونی مے کیستی
 خواب وہ ریشم و بلور سے لمحات کے خواب
 خواب سائوں میں گھلی پھول کی بھینی خوشبو
 خواب وہ سسکیاں لیتے ہوئے جنپلات کے خواب



خواب اس لمحے کے جب دصل کی خوشبو لیکر
 بھل اٹھے تھے مری باہوں میں سمن اور گلاب
 جل اٹھی تھیں وہ ترے روپ کی ساری شمعیں
 بج لٹھے تھے وہ مری روح میں خوشیوں کے رباب



خواب سب خواب ہیں بکھرے مسری چاروں جانب



خواب جسموں میں رچی دصل کی مہکار کے خواب
خواب وہ تیرے بدن کے سمجھی اسرار کے خواب
خواب سب خواب ہیں بکھرے مسری چاروں جانب
خواب زلفوں کے لب دچشم کے، رُخار کے خواب



کرسب کچھ فرض ہی کرنا ہے

تم کہتی ہو فرض کرو
 ”ہاں فرض کرو کہ سارے خوش گُن خواب
 جو ہم نے دیکھتے
 ان سب کی تعبیر بھی انک نکلی ہے
 فرض کرو
 ہم اک دبے سے مل نہیں سکتے
 کہ میرے گرد رواجون کے
 کچھ اوپنچھے اونچے پرے ہیں
 اور تم پہ بھی کچھ ایسی ہی پابندی ہے
 ہم مل نہیں سکتے اور تڑپتے رہتے ہیں
 تم بھی سُلگتے رہتے ہو
 اور میں بھی اپنی آگ میں جلتی رہتی ہوں
 اور فرض کرو —————
 تم فرض کرو —————“



تم کہتی ہو فرض کرو
 لیکن جاں

گر سب کچھ فرض ہی کرنا ہے
 تو پھر کیوں میں
 دل کو گھاٹل کرنے والی باتیں سوچوں ؟
 کیوں نہ تم کو پالینے کی
 بات بھی کوئی فرض کروں ؟
 گر سب کچھ فرض ہی کرنا ہے



روشنیوں کے پہلے پھیرے سے بھی پہلے

دونوں کجی نیند سے جا گے
سب سے چُپ کے باتیں کیں
پھر پُرب کے ماتھے پہ جب وہ ایک چکتی پنڈیا بھری
اور ہمارے جھموں سے وہ ہکے مدھ مائے نکلے
گھرداؤں کے جا گئے تب کچھ ہی پہلے
اپنے اپنے بتر میں ہم لوٹ بھی آئے



پھر کتنی ہی گھڑیاں گزیں
اور وہ میرے کانوں میں آوازیں اُبھریں
”اُھ سورج اب تو سر پہ آپنچا ہے
اور تمہارے سارے بھائی
کب سے اپنے کام سدھارے
اُھو کاہل
اُھو کب تک بتر پہ یوں پڑے رہو گے؟“



میں نے اپنی نیند سے بو جھل آنکھیں کھولیں

میری ماں جو گھر کے سارے کاموں سے اب فارغ ہو کر
 میرے بستر کل پٹی پہ میٹھی
 مجھ کو کوس رہی تھی



میں نے اک کا ہل کی مانند کروٹ بدلتی
 آنکھیں بھر سے پسح کے سوچا
 میری سادہ ماں اگز یہ جان لے اُس کا کا ہل بیٹا
 روشنیوں کے پسلے پھیرے سے بھی پسلے *
 اُٹھ سکتا ہے
 تب ہمارے ملنے کی کیا صورت ہو گی ؟



کیس چھپوٹم

میں ڈھونڈ لوں گا

نہار پر دل میں ڈھونڈ لوں گا

تماری خوشبو

تمارے صندل بدن سے اٹھتی صحیح خوشبو

مجھے تمara نشان دے گی

کر جگلوں سے سمندر دل سے

سمندر دل کی محلتی لہرؤں، ہوا دل پتوں سے
کھلتی کھیلوں سے میں تمara نشان پوچھوں گا

مجھے یقین ہے

چماں سے گزروگی اُس فنا میں

تمارے چڑے کے ذمک ہوں گے

تمارے پیکر کا عکس ہوگا

مجھے یقین ہے

سمندر دل کی محلتی لہریں، ہوا میں پتے

گلب رُت کی تمام کلیاں

مجھے تمہارا نشاد دیں گی
 سو ڈھونڈ لوں گا
 ہزار پر دوں میں ڈھونڈ لوں گا
 کہیں چھپو گم — کہیں چھپو گم



تم مجھے زندگی بخش دو

میرے سرد اور ساکت بدن کو
حرارت بھری زندگی بخش دو



تم پھر اک بار یوں میرے پلو میں آؤ
کہ قوس قزح کے سبھی زنگ
آنکھوں میں میری اُتر نے لگیں
جال پھر اک بار خوشبو میں بنے گے
روح کی ساری کلفت اتر نے گے
کہ تمہاری وہ جال بخش سانوں کی گرمی
تمہارے حرارت بھرے جسم کی نرمیاں
کیف، اذت، مرت، ہنسی، آرزو
رُنگ، نگیت، سُر، پھول، کلیاں، شجر، *
وہ سب کچھ جواب مجھ سے ہے پھن چکا
وہ سب پھر سے اک بار مجھ کو ملے
ہاں پھر اک بار تم میرے پلو میں آؤ
مرے سرد ساکت بدن کو
حرارت بھری زندگی بخش دو
تم مجھے زندگی بخش دو

مجبوں میں

تمہارا دعویٰ ہے
 کہ تم بھی مجھے چاہتی ہو
 اُسی شدت سے
 جس شدت سے میں تمہیں چاہتا ہوں
 تم کہتی ہو
 تمہاری بھی یہی خواہش ہے
 کہ تمہارا ہر پل میری رفاقت میں گزرے
 اس عالم میں
 کہ میرے ہونٹ
 تمہارے ماتھے پہ پھول کھلاتے رہیں
 اور ایک دوسرے کا جان بخش لس
 ہمیں راحیں بخشار ہے
 تم کہتی ہو
 تم اس حقیقت سے بھی آگاہ ہو
 کہ میں تمہارے بغیر زندہ نہ رہ سکوں گا
 اور تم مجھے مرنے سے بچانا بھی چاہتی ہو



لیکن ان ساری خواہشوں کے باوجود

تم مجھ سے دور ہتی ہو
کہ تمہاری کچھ مجبوریاں ہیں
تم پہ لگائی گئی پابندیاں
اور بدنامیوں کا در



جان !
مجھے تمہارے سارے دعوے تسلیم ہیں
ادریہ بھی
کہ تمہاری بہت سی مجبوریاں ہیں
لیکن جان !
کیا تمہاری یہ مجبوریاں
میری زندگی سے کیسی زیادہ قیمتی ہیں ؟



سب کچھ ممکن ہے

پانی کا ایک قطرہ
پتھر کے سینے میں بھی سوراخ بنادیتا ہے



میں نے یہ بات کئی بار سنی
اور کبھی بھی اس پر یقین نہ آیا
مگر آج جب میں نے
تمہاری ٹلکوں پر لزرتے ایک آنسو سے
اپنے پتھر د جود کو گھلتے
اور اپنے اندر ایک فلا بنتے دیکھا
تو میں نے جانا
کہ سب کچھ ہونا ممکن ہے
پانی کے ایک قطرے سے
پتھر کے سینے میں سوراخ کا بن جانا بھی

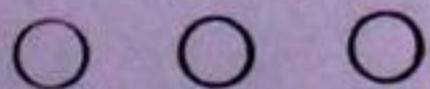


میں بھر کے کربلا کاراہی

یہ پسح ہے جاناں
 کرنگ بھرے ہیں
 رنگ ساری فضا میں بھرے ہیں
 پھول منکے ہیں
 پھول سارے چمن میں منکے ہیں
 اور پُردہ اپلی ہے
 پُرب سے بادلوں کا غبار اٹھا ہے
 پسح ہے جاناں



یہ پسح ہے لیکن
 مرے لئے تو نہ رنگ بھرے نہ پھول منکے
 نہ میری خاطر محبتوں کا کوئی ابر برسا
 میں اپنی تنسائیوں کے تپتے
 بیط صحراء میں جل رہا ہوں
 میں بھر کے کربلا کاراہی
 ترے بدنا کافرات بتا ہے
 اور میں تشنہ لب کھڑا ہوں



واہمہ

ابھی ابھی اس ساکت شب کی خاموشی میں
 اک آواز جو ابھری ہے
 کون بتائے گا یہ کیا ہے ؟
 خوشبو، پُردا، سرد ہوا کا کوئی جھونکا؟
 یا تمہاری پائل کی جھنکار؟



یہ بھی تو ملکن ہے جامان
 یہ ان میں سے کچھ بھی نہ ہو
 ملکن ہے کہ خاموشی کا گھلا سمندر
 ساکت شب کے دیرا، دل پر
 اب بھی یونہی بہتا ہو



یہ بھی تو ملکن ہے دلنے
 خاموشی کی دھٹ سے
 یا تنہائی کے خوف سے ڈکر

خود ہی کوئی دا ہمہ بھی تجھنیت کیا ہو
 اور پھر اس کو
 خوشبو، پُردا، سرد ہوا کے جو نکے
 اور تماری پائل کی جھنگار سے بھی
 منسوب کیا ہو



مگر سنو تو

وہ وصل کی ایک رات تم نے
 ارزتے بجے میں جو کہا تھا
 وہ سچ تھا جاناں
 وہ سارے اندر یہ سارے خوف
 اور آنے والے خزانِ دنوں کی وہ ساری باتیں
 وہ ساری باتیں ہی سچ تھیں جاناں
 مگر وہ اس رات
 میں تمہاری تمام باتوں پہ ہنس دیا تھا
 میں ہنس دیا کہ تمہاری قربت نے
 ڈکھ تو اک اجنبی سی شے ہی بنادیے تھے
 میں ہنس دیا تھا
 کہ چھوٹا موسم میں پت بھڑوں کی تمام باتیں
 تو دلہے کی مثال لگتی ہیں
 گو تمہارے وہ سارے خوف اور سارے اندر یہ سچ تھے
 لیکن میں ہنس دیا تھا
 میں ہنس دیا تھا



مگر سنو تو !

میں اُن کو ہنس کے نہ مال دیا
 تو کیا دکھوں کو میں ان کی آمد سے پیشتر ہی
 حیات کا جزو مان لیتا ؟
 کہ آنے والے فراق دکھ پا
 میں حال تھے کہ دصل خوشیوں کو
 کیسے جاناں نثار کر جا ؟



میں کیسے بھول پاؤں گا ؟

مرے ہاتھوں میں جب تک جان جان
 تیرے بدن کا لمس زندہ ہے
 مری سانسوں میں جب تک
 تیرے منکے جسم کی خوشبو سلامت ہے
 تری آواز کے چہرنے کو
 مرے کانوں میں جب تک گنگلتے ہیں
 میں اس لمحے تک جانا
 بخی گر بھولنا چاہوں
 تو کیسے بھول پاؤں گا ؟



لُکن میٹی

برسوں سے ہم ایک کھیل کھیل رہے ہیں
 تم چھپ جاتی ہو
 اور میں تمہیں ڈھونڈتا ہوں
 میں کمروں، برا آمدوں
 اور چھتوں پہ تمہیں تلاش کرتا ہوں
 اور جب تمہیں کہیں نہیں پاتا
 تو میں باغ اور باغ کے سارے بھولوں سے
 تمہارا پتہ پوچھتا ہوں
 میں ایک اک کلی، بچوں اور پتے سے
 تمہارے بارے میں دریافت کرتا ہوں
 میں سورج پاند اور تاروں کو
 پکے رب کا واسطہ دے کر
 تمہارا ٹھکانہ پوچھتا ہوں
 میں ہواؤں میں تمہارا لشان ڈھونڈتا ہوں
 آخر تمہاری خوشبوئے بن
 مجھے تمہارا پتہ دیتی ہے
 اور ناری اذیتوں کے بعد

میں تمیں تلاش کر لیتا ہوں



لیکن کبھی کبھی یوں بھی ہوتا ہے
کہ تم اپنی کسی مجبوری
یا پابندی کی دیوار کی اوٹ میں چھپ جاتی ہو
اور تب میں تمیں ڈھونڈ لینے کے بعد بھی
ڈھونڈ نہیں پاتا



سانس سینے میں رُکی ہو جیے
تیری رُختت کی گھڑی ہو جیے

بَارِشُ كِيْ اِيْكِ نَظَمٌ

پھر آسماں پہ سیاہ بادل اُمڈ کے آئے
 اور ہر سمت بے مدد بیکراں اندھیرے سے چاگئے
 وہ تینر بارش جو جانے کب سے برس رہی تھی
 برس چکی اور دھوپ نکلی
 تو آسماں پہ وہ سارے رنگ اک کماں کی صورت
 افق سے تاہُ افق تھے بھرے



مگر دہ گھرے فراق بادل
 جو میرے دل آسماں پہ اُمڈے
 وہ بے مدد بیکراں اندھیرے
 وہ تینر بارش جو میرے اندر برس رہی تھی
 لے بھی تو کوئی رنگ دینے کو
 دصل کی دھوپ چاہئے تھی



لڑکے بہادر نہیں ہوتے

بغایہر کڑیل اور مصبوط نظر آنے والے لڑکے
بہادر نہیں ہوتے
کریسی کڑیل اور مصبوط لڑکے
جب جذبوں کے بندھن میں بندھتے ہیں
تو بہت کمزور بن کر رہ جاتے ہیں
سوت کے دھاگے کی طرح
اور سانسوں کی ڈور کی ماند



لڑکے بہادر نہیں ہوتے
کر کسی نازک سی لڑکی کا لگایا
بے دفاٹی کا ہلکا سا گھاؤ بھی
انکی جان لینے کو — بست کافی ہوتا ہے
اور جدائی کا معمولی سا صدمہ بھی
اندر سے انہیں یوں توڑ دیتا ہے
کر کوئی کرچی سلامت نہیں رہ جاتی
اور پھر اپنی اس حالت پر
دہ کھل کر رو بھی نہیں سکتے

کر ان کا کڑیل اور مصبوط ہونے کا حاس
انہیں اس سے روکتا ہے



لڑکے بھادر نہیں ہوتے
بغایہر کڑیل اور مصبوط تظرآنے والے لڑکے
اندر سے بہت کمزور ہوتے ہیں





سُود

دہ تو گئی چنی چند گھر یاں تھیں
 جن میں ہم ملے
 اور پنیر کی بارشوں نے ہمیں بھگو دیا
 تو پھر کیوں ہم باقی تمام عمر
 ان گئی چنی چند گھر یوں کا قرض
 دکھوں اور غنوں کی دھوپ میں جل کر
 اُتارتے رہے



سیانے کہتے ہیں
 کبھی کبھی سودا صل سے بڑھ جاتا ہے
 اب جانا
 کسیانے ٹھیک ہی کہتے ہیں



کوئی محروم راز

میں تو جانال فقط اس قدر چاہتا ہوں
 کہ جب فُرقوں کی سُلگتی ہوئی آگ تن من جلانے
 تو ایسے میں بھر
 (چند لمほوں کی فاطری)

مجھ سے تم آ، ملو
 آ ملو کہ جُدایی کی بھڑکی ہوئی آگ
 کچھ دیر تو بُجھ سکے
 آ ملو کہ یہ فرقت کا بہتا ہوا سیل
 کچھ دیر تو تھم سکے



میں تو جانال فقط اس قدر چاہتا ہوں
 جو تم نہ ملو
 تو بھرا یے لمبو میں کوئی تو ایسا مرے پاس ہو
 جو جُدایی کے دکھ سے بھی آگاہ ہو



وہ جورب غفور الرحمن ہے

ساری آسمانی کتابیں
 اور سارے بزرگ یہ کہتے ہیں
 کہ دور آسمانوں کی دُسُت میں
 ایک کہتی ہے
 جو وحدۃ لا شریک ہے
 وہ بتاتے ہیں
 کہ وہ غفور الرحمن ہے
 اور اپنے بندوں پہ سر بنا ہے
 وہ کہتے ہیں
 کہ اس کی طاقت اور عظمت کے سامنے
 کسی کی طاقت اور ڈرائی کی کچھ بساط نہیں
 اس کے قبضہ قدرت میں سب کچھ ہے
 وہ جو چاہے کر سکتا ہے
 وہ چلہے تو ناممکن کو ممکن
 اور انہوں کو ہونی بنا دے
 وہ ان معجزوں کا ذکر بھی کرتے ہیں
 جورب کی قدرت سے ظہور پذیر ہونے

اور جن کی بدلت کتنی بست سی باتیں
 جونا ممکن تھیں
 ممکن بن گئیں



آسمانی کتابوں اور بزرگوں کی یہ ساری باتیں پچ
 لیکن کیا یوں بھی ممکن ہے
 کہ کبھی کوئی مسحیہ رُونما ہو
 اور وہ عغفور الرحمٰم
 تم کو مجھے بخش دے؟



میں بھر کے سب عذاب لکھوں؛
کہ دصل کا کوئی باب لکھوں؛

یاد ہے

کہ ہمیشہ سے ایسا نہیں تھا
 یاد ہے کہ سدا برا کی رُت نہیں رہی
 یاد ہے کہ ہم پہ ملن کی گھڑیاں بھی گزری ہیں
 یاد ہے ہم ایک دوسرے کے قریب تھے
 اس قدر قریب
 کہ ہوا کو بھی ہمارے درمیان سے گزرنے کے لئے
 رستہ نہیں مل پاتا تھا
 یاد ہے تمہارے بدن کی خوشبو، تمہارے روپ کا موسم
 یاد ہے میرے بیوی کے قریب لکھے
 تمہارے ہوتھوں کے گلاب
 یاد ہے تمہاری آنکھوں میر، اٹھتی شراب
 تمہاری سانسوں کا بچھنا
 تمہارے سینے کا تتوّج یاد ہے
 یاد ہے میری بانسوں میں لہرائی
 تمہاری شاخِ بدن یاد ہے
 یاد ہے

ُن مخون کی ایک اک بات یاد ہے



یاد ہے

اور یہی یاد ہے

جو بھر کے مخون کا سب سے بڑا عذاب ہے



تمہاری سہاگ رات پہ ایک نظم

تو یوں ہو گا ؟
 کر تم کسی اور سے منسوب کی جاؤ گی
 دہ کوئی اور ہو گا
 تمہارے بدن کے سارے حق
 جس کے نام لکھے جائیں گے
 اور تمہارے چہرے کی سحر
 جکا مقصد بنے گی
 دہ میرے علاوہ کوئی اور ہو گا
 جو تمہارے إلتفات کا حصہ درمٹھرے گا ؟



تو یوں ہو گا ؟
 کر کوئی تم سے قریب ہو گا
 اس قدر قریب
 کر تمہارے بدن کی خوشبو
 اس کی مشام جاں کو معطر کرنی رہے
 اور تمہارے روپ کی چاندنی

اے بھگوتی رہے
 اور اس قدر قریب
 کہ وہ چاہے تو اپنے ہونٹوں سے
 تمہارے عارض پہستارے ثبت کرے
 اور تمہارے بدلوں کی ایک اک پور کو
 چوم کر گلاب کر دے



تو یوں ہو گا؛
 کہ کوئی اور بھی تمہارے مس کا حصہ در ہٹھ رکھے گا
 کوئی اور بھی!



بھر کے ابر جب ھٹیں جاناں

یاد رکھنا ہمارے جسموں کو
وصل کی دھوپ کی ضرورت ہے



مگر تمہارا یہ ایک سُخن

اب ہمارے پھر نے کی ساعت جو نزدیک ترا گئی ہے
 تو بہتر یہی ہے
 تمہارے دیے سارے سُخنے بھی تم کو میں داپس کروں
 وہ تمہارے بڑے پیارے سے کاڑھے ہوئے پھولوں دلے ردمال
 اور مجھ کو تمہاری طرف سے وہ بھجی گئیں سب کتابیں
 وہ خوشبو کی سب شیشیاں
 اور سارے ہی خط جو کبھی تم نے مجھ کو لکھتے



یہ سارے ہی سُخنے میں داپس تمیں دُول
 کر گزرے ہوئے خوبصورت دنوں کا
 میں ایسا ناٹاں تک نہیں چاہتا
 جس کا تم سے کوئی بھی تعلق بنے
 (سو تمہارے دیے سارے سُخنے میں داپس تمیں دوں)
 مگر سوچ میں ہوں
 کہ وہ مس کیسے میں داپس کروں

جو تمہارے بدنے سرے جسم کو
 خود پُر دی کے اک خوبصورت سے لمحے میں بخشاتھا
 وہ لمس کیسے میں واپس کروں گا ؟
 کر یہ بھی تمہدا دیا ایک تحفہ ہے



رُخْصَتِی

یہ پسج ہے
کہ چاہت کے سارے ہی لمحے
جو ہم پہ کبھی دصل موسم میں گزرے تھے
اب ایک بھولا ہوا خواب ہوں گے
کہ تم دُور، مجھے سے بہت دُور
اک ابھنی دلیں کو جاری ہی ہو
یہ پسج ہے تمہارے بدن کا کوئی لس
میرے لئے اب نہ ہو گا
یہ پسج ہے



یہ پسج ہے
مُنگر جان !
میرے لئے یہ یقین ہی بہت ہے
کہ تم جس بھگر جھی رہو گی
(تمہارے حسین جسم کا پاہے کوئی بھی مالک ہو)

لیکن تمہارے خالوں میں وہ اک گھلادر
 مرے نام ہے
 تا اب دیوں گھلا ہی رہے گا



تم کیا کہو گی؟

یہی ناکہ ہم نے بہت دن ہوئے
 چند لمحے گزارے تھے آپس میں، تنہائیوں میں
 منگرا بودھے تمہارے لئے
 رُوح کا روگ بنتے پڑے جا رہے ہیں
 کہ تم ان کے کانٹوں بھرے چھولوں سے کھیلتے کھیلتے
 تنگ آگئی ہو



مجھ سے پوچھو تو میں بھی یہی کچھ کہوں گا
 میں یادوں کے چھولوں کی، خوابوں کی
 سینپنوں کی باتیں کرؤں گا
 مگر جان!

ان ساری باتوں سے کیا فائدہ؟
 بیتے لمحوں کی یادوں سے کیا فائدہ؟
 کہ مرے چاہنے یا تمہارے بلاں سے
 بیتے ہوئے سارے لمحے تو داپس نہیں آئیں گے

تو پھر آنسو بہانے سے کیا فائدہ ؟
 بیتے ملحوں کی باتوں کو
 یوں دُہرانے سے کیا فائدہ ؟



(ناتامم)

کچھ شاعر کے بارے میں

ازھر منیر معروف شاعر، ادیب اور صحافی ہیں۔ تعلق اقبال، فیض اور مصور اسلم کمال کے شریا لکوٹ سے ہے۔ خاندانی پس منظر علمی اور ادبی ہے۔ ان کے والد پروفیسر اکبر منیر (مرحوم) ادیب، شاعر اور عالم تھے۔ اور اردو اور فارسی شاعری اور نثر کی سات کتابوں کے مصنف تھے۔ علامہ اقبال سے ان کی گھری دوستی اور قریبی تعلقات تھے۔ ان کے نام علامہ اقبال کے خطوط "اقبال نامہ" حصہ دوم میں شائع ہو چکے ہیں۔ یہ شاندار خاندانی پس منظر ازھر منیر کی شخصیت میں نفاست، علم دوستی اور ادب آداب کی صورت میں جھلکتا ہے۔

انہوں نے اپنے پورے تعلیمی دور میں چھ سات ماہ ایک سکول جانے کے علاوہ کبھی کسی سکول، کالج یا یونیورسٹی میں نہیں پڑھا اس کے باوجود ایم اے تک تعلیم حاصل کی۔ یہ اپنی نوعیت کا ایک بالکل انوکھا اور منفرد اعزاز ہے جو انہیں حاصل ہوا۔ ان کی تخلیقات مہنمہ افکار، لراں، پنجابی ادب، حرم، تجدید نو، ماہ نو، پکار، سانچھاں، پلک، رابطہ، پچھے اکھر، ابلاغ، حرف تازہ، نیا زمانہ وغیرہ میں شائع ہوتی رہی ہیں۔ "فر-لنکلی سینکنگ" کے عنوان سے کالم بھی لکھتے ہیں۔

گذشتہ کئی برسوں سے صحافت کے پیشے سے وابستہ ہیں اور روز نامہ نوائے وقت کے علاوہ روز نامہ جنگ، آفتاب، زنجیر، دستک اور فیملی میگزین میں بھی کام کرتے رہے ہیں۔

اب تک مضماین کا ایک مختصر مجموعہ "میرا ج" اور "سوہیت نیونین" کے مسلمان" (ترجمہ) شائع ہو چکا ہے۔ ایمان کی چوتھی حالت (نظمیں) "بائے دی وے" اور فر-لنکلی سینکنگ (مزاح) سوری رائٹر نمبر (کلکفتہ مضماین) اور "تنا عورتیں" ان کی آنے والی تصنیف ہیں۔



میں ہجر کے کربلا کاراہی

مرے لئے تو نہ زنگ بھرے نہ پھول میکے
نہ میری خاطر محبتوں کا کوئی ابر برسا
میں اپنی تسانیوں کے تپتے
بیط صمرا میں جل رہا ہوں
میں ہجر کے کربلا کاراہی
ترے بدی کافرات بتاہے
اور میں قشذب کھڑا ہوں

